

ترجمہ قرآن مجید

مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مرحوم

ترتیب و تدوین: لطف الرحمن خان

سورۃ البقرۃ (مسل)

آیت ۲۷۱

﴿اِنْ تَبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ؕ وَاِنْ تُخْفَوْهَا وَتَوْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيرٌۭ﴾

خ ف ی

خَفِيَ (س) خُفِيَ: پوشیدہ ہونا، چھپا ہوا ہونا۔ ﴿وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (ابراہیم: ۳۸) ”اور پوشیدہ نہیں ہوتی اللہ پر (یعنی اللہ سے) کوئی بھی چیز۔“

خَافِ (اسم الفاعل): پوشیدہ ہونے والا۔ ﴿لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾ (الحافۃ) ”پوشیدہ نہیں ہوگی تم سے کوئی پوشیدہ ہونے والی (جان)۔“

أَخْفَى (فعل التفصیل): زیادہ پوشیدہ۔ ﴿فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَىٰ﴾ (طہ) ”تو وہ جانتا ہے مجید کو اور زیادہ پوشیدہ کو۔“

خَفِيَ (فَعِيلٌ کے وزن پر صفت): پوشیدہ۔ ﴿اِذْ نَادَىٰ رَبُّهُٓ نَدَاءً خَفِيًّا﴾ (مریم) ”اور جب اس نے پکارا اپنے رب کو ایک پوشیدہ پکار سے۔“

أَخْفَى (افعال): إِخْفَاءُ: پوشیدہ کرنا، چھپانا۔ ﴿وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ﴾

(المُتَحَنِّة: ۱) ”اور میں جانتا ہوں اس کو جو تم لوگ چھپاتے ہو اور اس کو جو تم لوگ اعلان کرتے ہو۔“

اسْتَحْفَى (استفعال) اسْتَحْفَاءً: پوشیدگی چاہنا، یعنی چھپنا۔ ﴿يَسْتَحْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَحْفُونَ مِنَ اللَّهِ﴾ (النساء: ۱۰۸) ”وہ لوگ چھپتے ہیں انسانوں سے اور نہیں چھپتے اللہ سے۔“

مُسْتَحْفٍ (اسم الفاعل): چھپنے والا۔ ﴿وَمَنْ هُوَ مُسْتَحْفٍ بِاللَّيْلِ﴾ (الرعد: ۱۰) ”اور وہ جو چھپنے والا ہے رات میں۔“

ترکیب: ”تَوْتُوا“ کا مفعول اول ”ہا“ کی ضمیر ہے جو ”الْصَّدَقَاتِ“ کے لیے ہے اور ”الْفُقَرَاءَ“ مفعول ثانی ہے۔ ”يُكْفِرُ“ کا فاعل اس میں ”هُوَ“ کی ضمیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس کو ”الْصَّدَقَاتِ“ کے لیے ماننا ممکن نہیں ہے، کیونکہ ایسی صورت میں فعل ”يُكْفِرُ“ آتا ہے۔

ترجمہ:

تَبَدُّوا: تم لوگ ظاہر کرو	إِنْ: اگر
فَبِعَمَّا: تو کیا ہی اچھا ہے	الْصَّدَقَاتِ: صدقات کو
وَأَنْ: اور اگر	هِيَ: وہ
وَتَوْتُوها: اور پہنچاؤ اسے	تُخْفُوها: تم لوگ چھپاؤ اس کو
فَهُوَ: تو وہ (بھی)	الْفُقَرَاءَ: حاجت مندوں کو
لَكُمْ: تم لوگوں کے لیے	خَيْرٌ: بہتر ہے
عَنْكُمْ: تم سے	وَيُكْفِرُ: اور وہ دور کرے گا
وَاللَّهُ: اور اللہ	مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ: تمہاری برائیوں کو
تَعْمَلُونَ: تم لوگ کرتے ہو	بِمَا: اس سے جو
	خَيْرٌ: آگاہ ہے

نوٹ (۱): فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ کو اعلانیہ دینا افضل ہے۔ اس کے علاوہ جو صدقات و خیرات ہیں ان کو چھپانا زیادہ بہتر ہے۔ یہی اصول تمام اعمال کے لیے ہے کہ فرائض کو اعلانیہ انجام دینا فضیلت رکھتا ہے اور نوافل کو چھپا کر کرنا افضل ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت ۲۷۲

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا تُنْفِسُكُمْ وَمَا تَنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾

ترکیب: ”لَيْسَ“ کا اسم ”هُدَاهُمْ“ ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے جو کہ ”لِزَامًا“ ہو سکتی ہے۔ ”عَلَيْكَ“ قائم مقام خبر ہے۔ ”لَكِنَّ“ کا اسم ”اللَّهِ“ ہے اس لیے منصوب ہے اور جملہ فعلیہ ”يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ“ اس کی خبر ہے۔ ”وَمَا تُنْفِقُوا“ کا ”مَا“ شرطیہ ہے اس لیے ”تُنْفِقُوا“ کا نون اعرابی گرا ہوا ہے۔ ”فَلَا تُنْفِسُكُمْ“ جملہ اسمیہ جواب شرط ہے۔ اس کا مبتدأ ”هُوَ“ بھی محذوف ہے اور خبر بھی محذوف ہے جو ”وَاجِبٌ“ یا ”ثَابِتٌ“ ہو سکتی ہے۔ ”لَا تُنْفِسُكُمْ“ قائم مقام خبر ہے۔ ”وَمَا تَنْفِقُونَ“ کا ”مَا“ نافیہ ہے اس لیے ”تَنْفِقُونَ“ کا نون نہیں گرا۔ ”ابْتِغَاءَ“ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ”يُوَفَّ“ دراصل باب تفعیل کا مضارع مجہول ”يُوَفِّي“ ہے، لیکن جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوا تو ”ی“ گر گئی۔

ترجمہ:

لَيْسَ: نہیں ہے (لازم)	عَلَيْكَ: تجھ پر
هُدَاهُمْ: ان کی ہدایت	وَلَكِنَّ: اور لیکن (یعنی بلکہ)
اللَّهُ: اللہ	يَهْدِي: ہدایت دیتا ہے
مَنْ: اس کو جس کو	يَشَاءُ: وہ چاہتا ہے
وَمَا: اور جو بھی	تُنْفِقُوا: تم لوگ خرچ کرتے ہو
مِنْ خَيْرٍ: کسی قسم کی کوئی بھلائی	فَلَا تُنْفِسُكُمْ: تو وہ تمہارے اپنے آپ کے لیے ہے
	إِلَّا: مگر
	وَمَا: اور جو بھی
	وَجْهِ اللَّهِ: اللہ کی خوشنودی کی جستجو کرتے ہوئے
	يُوَفَّ: تم لوگ خرچ کرتے ہو
	مِنْ خَيْرٍ: کسی قسم کی کوئی بھلائی

يُؤْتِ: تو پورا حق دیا جائے گا
وَأَنْتُمْ: اور تم لوگوں پر
إِلَيْكُمْ: تم لوگوں کی طرف
لَا تُظْلَمُونَ: ظلم نہیں کیا جائے گا
(یعنی حق تلفی نہیں ہوگی)

نوٹ (۱): ابتدا میں مسلمانوں کا خیال تھا کہ صرف مسلمان حاجت مندوں کی مدد کرنا اتفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اس آیت میں ان کی یہ غلط فہمی دور کی گئی ہے کہ لوگوں سے ہدایت قبول کرانا تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔ تم لوگوں تک ہدایت پہنچا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے۔ اب کسی کی مدد کرنے میں اس وجہ سے تامل نہ کرو کہ اس نے ہدایت قبول نہیں کی۔ اللہ کی رضا کے لیے جس انسان کی بھی مدد کرو گے اس کا اجر اللہ تمہیں دے گا۔ (تفہیم القرآن)

یہ بات بھی سمجھ لیجیے کہ یہاں اتفاق سے مراد فطری اتفاق ہے جسے ذمی کافر کو دینا بھی جائز ہے، لیکن حربی کافر کو کسی قسم کا اتفاق کرنا جائز نہیں ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ (۲): اس آیت میں لفظ ”خَيْرٌ“ کا ترجمہ عام طور پر ”مال“ کیا گیا ہے، لیکن ”مِنْ“ تبغیضیہ کی وجہ سے بہتر ہے کہ اسے عام رکھا جائے۔ اسی لیے ہم نے ”کسی قسم کی کوئی بھلائی“ ترجمہ کرنے کو ترجیح دی ہے۔ اس سے یہ راہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ اگر مال خرچ کرنے کی استطاعت نہیں ہے، لیکن کسی انسان کی مدد کرنے کے لیے اگر تم اپنا علم، تجربہ اور مشورہ وغیرہ بروئے کار لاتے ہو یا صرف کسی کا دکھ ہی سن لیتے ہو تو یہ سب کچھ ”مِنْ خَيْرٍ“ میں شامل ہے، اور اگر یہ سب کچھ صرف اللہ کی رضا کی غرض سے کیا جائے تو یہ بھی اتفاق فی سبیل اللہ ہے جس کا پورا پورا اجر ملے گا۔ تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ social fibre (یعنی معاشرتی بندھن) کو مضبوط کرنے میں مالی اتفاق کی نسبت غیر مالی اتفاق زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ اس غیر مالی اتفاق میں اگر ذمی کافر کو شامل کیا جائے تو یہ اسلام کی زیادہ مؤثر تبلیغ بھی ہوگی۔

آیت ۲۷۳

﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾

ع ف ف

عَفَّ (ض) عِفَّةً: ہر ناپسندیدہ بات اور کام سے محفوظ ہونا، پاک دامن ہونا۔

تَعَفَّفَ (تَفَعَّلَ) تَعَفُّفًا: ناپسندیدہ چیزوں سے خود کو روکنا، جھجکنا، خود دار ہونا۔ آیت زیر مطالعہ۔

اِسْتَعَفَّ (اِسْتَفْعَلَ) اِسْتِعْفَافًا: ناپسندیدہ چیزوں سے بچاؤ چاہنا، بچنا، باز رہنا۔
 «وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ» (النساء: 6) ”اور جو غنی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ باز رہے۔“

ل ح ف

لَحَفَ (ف) لَحْفًا: کسی چیز کو کپڑے سے ڈھکنا۔

الْحَفَّ (افعال) الْحَافًا: کسی پر چھا جانا، لپٹنا۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب: ”لِلْفُقَرَاءِ“ سے پہلے اس کا مبتدأ محذوف ہے جو کہ ”الْإِنْفَاقُ“ یا ”بِذَلِكَ الصَّدَقَاتِ“ ہو سکتا ہے۔ اس کی خبر بھی محذوف ہے۔ ”لَا يَسْتَطِيعُونَ“ کا فاعل اس میں ”هُمْ“ کی ضمیر ہے جو ”الَّذِينَ“ کے لیے ہے۔ ”ضَرْبًا“ مفعول ہے۔ ”يَحْسَبُ“ کا فاعل ”الْجَاهِلُ“ ہے اور اس پر لام جنس ہے۔ اس کا مفعول اول ”هُمْ“ کی ضمیر ہے جو ”الَّذِينَ“ کے لیے ہے اور ”أَغْنِيَاءَ“ مفعول ثانی ہے۔ ”مِنَ التَّعَفُّفِ“ کا ”مِنْ“ سیبہ ہے۔ ”الْحَافًا“ حال ہے۔

ترجمہ:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ: یہ ایسے حاجت اُحْصِرُوا: روک دیے گئے

مندوں کے لیے ہے جو

فِي سَبِيلِ اللَّهِ: اللہ کی راہ میں لَا يَسْتَطِيعُونَ: جو صلاحیت نہیں رکھتے

ضَرْبًا: سفر کرنے کی فِي الْأَرْضِ: زمین میں

يَحْسِبُهُمْ: گمان کرتے ہیں جن کو الْجَاهِلُ: ناواقف لوگ

أَغْنِيَاءَ: خوش حال مِّنَ التَّعَفُّفِ: خود دار ہونے کے سبب

سے

تَعْرِفُهُمْ: تو پہچانے گا جن کو بِسْمِهِمْ: ان کی علامت سے

لَا يَسْتَلُونُ: وہ لوگ نہیں مانگتے النَّاسَ: لوگوں سے

الْحَافًا: لپٹتے ہوئے وَمَا: اور جو بھی

تَنْفِقُوا: تم لوگ خرچ کرتے ہو مِّنْ خَيْرٍ: کسی قسم کی بھلائی

فَإِنَّ اللَّهَ: تو یقیناً اللہ بِهِ عَلَيْهِمُ: اس کو جاننے والا ہے

آیت ۲۷۴

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

ترجمہ:

الَّذِينَ: جو لوگ	يُنْفِقُونَ: خرچ کرتے ہیں
أَمْوَالَهُمْ: اپنے مال	بِاللَّيْلِ: رات میں
وَالنَّهَارِ: اور دن میں	سِرًّا: چھپاتے ہوئے
وَعَلَانِيَةً: اور ظاہر کرتے ہوئے	فَلَهُمْ: تو ان کے لیے ہے
أَجْرُهُمْ: ان کا اجر	عِنْدَ رَبِّهِمْ: ان کے رب کے پاس
وَلَا خَوْفٌ: اور کوئی خوف نہیں ہے	عَلَيْهِمْ: ان پر
وَلَا هُمْ: اور نہ ہی وہ لوگ	يَحْزَنُونَ: بچھتاتے ہیں

آیت ۲۷۵

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

خ ب ط

خَبَطَ (ض) خَبَطًا: کسی چیز کو روندنا، کلنا۔
تَخَبَّطَ (تفعّل) تَخَبَّطًا: کسی چیز کو روند کر غیر متوازن کر دینا، دیوانہ بنا دینا۔ آیت زیر مطالعہ۔

س ل ف

سَلَفَ (ن) سَلَفًا: آگے بڑھنا، پہلے گزرتا۔ آیت زیر مطالعہ۔
سَلَفَ (اسم ذات): گزری ہوئی چیز۔ ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ﴾

(الزحرف) ”تو ہم نے بنایا ان کو ایک گزری ہوئی چیز اور ایک مثال بعد والوں کے لیے۔“

أَسْلَفَ (افعال) إِسْلَافًا : آگے کرنا، آگے بھیجنا۔ ﴿هُنَالِكَ تَتْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ﴾ (یونس: ۳۰) ”وہاں جانچ لے گی ہر جان اس کو جو اُس نے آگے بھیجا۔“

ع و د

عَادَ (ن) عَوْدًا : کوئی کام شروع کرنے کے بعد اس کی ابتدا کی طرف دوبارہ لوٹنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ متعدد معانی میں آتا ہے: (۱) کوئی کام دوبارہ یا پھر سے کرنا۔ (۲) کسی کی طرف واپس ہونا۔ (۳) پہلی حالت پر لوٹنا، دوبارہ ہو جانا۔ ﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ﴾ (المؤمنون) ”اے ہمارے رب! تو نکال ہم کو اس سے پھر اگر ہم دوبارہ (ایسا) کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔“ ﴿لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا﴾ (ابراہیم: ۱۳) ”ہم لازماً نکالیں گے تم لوگوں کو اپنی سرزمین سے یا تم لوگ لازماً واپس ہو گے ہمارے مذہب میں۔“ ﴿وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ﴾ (نہس) ”اور چاند! ہم نے مقرر کیا اس کو منزلوں کے لحاظ سے یہاں تک کہ وہ پھر سے ہو جائے پرانی ٹہنی کی مانند۔“

عَانَدَ (اسم الفاعل) : دوبارہ کرنے والا واپس ہونے والا۔ ﴿إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابَ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ﴾ (الذحان) ”بے شک ہم کھولنے والے ہیں عذاب کو تھوڑا سا بے شک تم لوگ دوبارہ کرنے والے ہو۔“

مَعَادَ (مفعول کے وزن پر اسم الظرف) : لوٹنے یا واپس ہونے کی جگہ۔ ﴿إِنَّ الْآلِدَىٰ قَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأَوْكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ (القصص: ۸۵) ”بے شک جس نے فرض کیا آپ پر قرآن وہ ضرور لوٹانے والا ہے آپ کو واپس ہونے کی جگہ کی طرف۔“

عِيدٌ : خوشی کا ایسا دن جو ہر سال لوٹ آئے عید۔ ﴿رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا﴾ (المائدة: ۱۱۴) ”اے ہمارے رب! تو اتار ہم پر ایک خوان آسمان سے ہو جائے ہمارے لیے ایک عید۔“

عَادَ : حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔ ﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا﴾ (الاعراف: ۶۵) ”اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو۔“

أَعَادَ (افعال) إِعَادَةً : (۱) واپس لے جانا، (۲) واپس لانا، (۳) لوٹانا۔ ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ﴾ (طہ: ۵۰) ”اس سے (یعنی زمین سے) ہم نے پیدا کیا تم کو اور اس میں ہم

واپس لے جائیں گے تم کو۔“ ﴿فَسَبِقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا﴾ (بنی اسرائیل: ۵۱) ”تو وہ لوگ عنقریب کہیں گے کون دوبارہ لائے گا ہم کو۔“ ﴿وَلَا تَخَفْ رَهْمًا سَعِيدًا سِيرَتَهَا الْأُولَى﴾ (طہ) ”اور آپ خوف مت کریں۔ ہم عنقریب لوٹا دیں گے اس کو اس کی پہلی حالت پر۔“

ترکیب: ”مَوْعِظَةٌ“ مؤنث غیر حقیقی ہے اس لیے فعل ”جَاءَ“ مذکر کے صیغے میں بھی درست ہے۔ ”مَنْ عَادَ“ کا ”مَنْ“ شرطیہ ہے اس لیے ”عَادَ“ کا ترجمہ مستقبل میں ہوگا۔

ترجمہ:

الَّذِينَ: جو لوگ
الرَّبُّوْا: سود

يَاْكُلُوْنَ: کھاتے ہیں
لَا يَقُوْمُوْنَ: وہ لوگ نہیں کھڑے
ہوں گے

إِلَّا: بجز
يَقُوْمُ الَّذِي: کھڑا ہوتا ہے وہ

الشَّيْطَانُ: شیطان
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ: یہ اس سبب سے کہ انہوں نے

إِنَّمَا: کچھ نہیں سوائے اس کے کہ
مِثْلُ الرِّبَّوْا: سود کی مانند ہے

اللَّهُ: اللہ نے
وَحَرَّمَ: اور اس نے حرام کیا

فَمَنْ جَاءَهُ: پس وہ آئی جس کے پاس
مِنْ رَبِّهِ: اس کے رب (کی طرف) سے

فَلَهُ: تو اس کے لیے ہے
سَلَفَ: گزر گیا

إِلَى اللَّهِ: اللہ کی طرف ہے
عَادَ: دوبارہ کیا

أَصْحَابُ النَّارِ: آگے والے ہیں
فِيهَا: اس میں

وَأَمْرُهُ: اور اس کا حکم (یعنی فیصلہ)
وَمَنْ: اور وہ جس نے
فَأُولَئِكَ: تو وہ لوگ
هُمْ: وہ لوگ
خَالِدُونَ: ہمیشہ رہنے والے ہیں

آیت ۲۷۶

﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾

مح ق

مَحَقَّ (ف) مَحَقًّا: گھٹانا، برکت ختم کر دینا۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترجمہ:

يَمْحَقُ: گھٹاتا ہے
الرِّبَا: سود کو
الصَّدَقَاتِ: صدقات کو
لَا يُحِبُّ: پسند نہیں کرتا
اللَّهُ: اللہ
وَيُرْبِي: اور وہ بڑھاتا ہے
وَاللَّهُ: اور اللہ
كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ: کسی گنہگارنا شکرے کو

آیت ۲۷۷

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

ترکیب: ”آتوا“ در اصل ”آتوا“ ہے۔ آگے ملانے کے لیے واؤ کو ضمہ دی گئی

ہے۔ دیکھیں البقرة: ۱۱۰۔ نوٹ: ا۔

ترجمہ:

إِنَّ الَّذِينَ: ان کے لیے ہے
وَعَمِلُوا: اور انہوں نے عمل کیے
وَأَقَامُوا: اور قائم کی
وَاتَوُا: اور پہنچائی
لَهُمْ: (تو) ان کے لیے ہے
عِنْدَ رَبِّهِمْ: ان کے رب کے پاس
عَلَيْهِمْ: ان پر
يَحْزَنُونَ: پچھتاتے ہیں
آمَنُوا: ایمان لائے
الصَّالِحَاتِ: نیک
الصَّلَاةَ: نماز
الزَّكَاةَ: زکوٰۃ
أَجْرُهُمْ: ان کا اجر
وَلَا خَوْفٌ: اور کوئی خوف نہیں ہے
وَلَا هُمْ: اور نہ ہی وہ لوگ

آیت ۲۷۸

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا: اے لوگو! جو
اتَّقُوا: تم لوگ تقویٰ اختیار کرو
وَذَرُوا: اور
مِنَ الرِّبَا: اس کو جو
مُؤْمِنِينَ: مومن ہو

آمَنُوا: ایمان لائے
اللَّهُ: اللہ کا
ذَرُوا: تم لوگ چھوڑو
بَقِيَ: باقی بچا
إِن كُنتُمْ: اگر تم لوگ

آیت ۲۷۹

﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ بُتِمُكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾

حرب

حَرْبٍ (ن) حَرْبًا: کسی کی کوئی چیز لوٹ لینا، حاصل کر لینا۔

حَرْبٍ (س) حَرْبًا: سخت غضب ناک ہونا۔

حَرْبٍ (اسم فعل): لڑائی، جنگ (یعنی انتہائی غضب کی حالت میں دوسرے کا سب کچھ یہاں تک کہ زندگی بھی چھین لینے کا عمل)۔ آیت زیر مطالعہ۔

مَحْرَابٌ ج مَحَارِبُ (مفعَل کے وزن پر اسم آلہ): کسی سے کچھ حاصل کرنے کا ذریعہ یا کنجی۔ اسے بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں آتا ہے: (۱) آرام و سکون حاصل کرنے کے لیے مکان میں داخل ہونے کا ذریعہ، مکان کی محراب، دروازہ، کھڑکی۔ (۲) اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے اس سے ہم کلامی کا ذریعہ، مسجد کی محراب۔ ﴿إِذْ تَسُوْرُوا الْمِحْرَابَ﴾ (ص) ”جب انہوں نے پھلانگ دروازے کو۔“ ﴿وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ﴾ (ص) ”جب انہوں نے پھلانگ دروازے کو۔“

الْمُحْرَابِ﴾ (آل عمران: ۳۹) ”اور وہ کھڑا تھا اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا محراب میں۔“ ﴿يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبَ﴾ (سبا: ۱۳) ”وہ لوگ عمل کرتے (یعنی بناتے) اس کے لیے جو وہ چاہتا تھا محرابوں میں سے۔“

حَارِبَ (مفاعلہ) مُحَارِبَةً: لڑائی کرنا، جنگ کرنا۔ ﴿الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ (المائدة: ۳۳) ”جو لوگ لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے۔“

ترکیب: ”فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا“ کے بعد ”هَذَا“ یا ”ذَلِكَ“ محذوف ہے جو گزشتہ آیت میں ”ذَرُوا“ کی طرف اشارہ ہے۔ فعل امر ”إِنْدَنْ“ میں ”ی“ واصل فاعلہ کے ہمزہ کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ اسے جب ماقبل سے ملا کر پڑھتے ہیں تو فاعلہ کا ہمزہ اصلی واپس آ جاتا ہے اور ماقبل سے ملا کر پڑھا جاتا ہے جبکہ فعل امر کا ہمزہ الوصل صامت (silent) ہو جاتا ہے اور کبھی اس کو لکھنے میں بھی گرا دیتے ہیں۔ اس قاعدہ کے تحت ”فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا“ کا جمع مذکر کا صیغہ ”فَاذْنُوا“ استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ:

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا: پس اگر تم لوگ نہیں کرتے (اس کو)

يَحْرِبُ: ایک جنگ (کی خبر) مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ: اللہ اور اس کے رسول (کی طرف) سے

وَأَنْ تَبُوءَ: اور اگر تم لوگ توبہ کرتے ہو فَلَكُمْ: تو تمہارے لیے ہیں رءُوسُ أَمْوَالِكُمْ: تمہارے مالوں کے سر (یعنی زراصلی)

وَلَا تُظْلَمُونَ: اور نہ تم لوگوں پر ظلم کیا جائے گا

آیت ۲۸۰

﴿وَأَنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَلُّوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ

كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾

ترکیب: ”اِنْ“ حرف شرط ”كَانَ“ ذُو عُسْرَةٍ ”شرط اور“ فَتَظَرُّوْهُ اِلٰی مِیْسَرَةٍ ”جواب

شرط ہے۔ اس میں ”كَانَ“ تائمہ ہے اور ”ذُو عُسْرَةٍ“ اس کا فاعل ہے اس لیے ”ذُو“ مرفوع ہے۔ ”خَيْرٌ“ افعِل التفضیل ہے اور خبر ہے۔ اس کا مبتدا ”فَهُوَ“ محذوف ہے۔

ترجمہ:

وَاِنْ : اور اگر
ذُو عُسْرَةٍ : تنگی والا
اِلٰی مِیْسَرَةٍ : کشادگی تک
تَصَدَّقُوْا : تم لوگ اپنا حق چھوڑ دو
لَكُمْ : تمہارے لیے
كَانَ : وہ ہو
فَتَظَرُّوْهُ : تو مہلت ہے
وَاِنْ : اور یہ کہ
خَيْرٌ : (تو یہ) زیادہ بہتر ہے
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ : اگر تم لوگ
جانتے ہو

آیت ۲۸

﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

لَا يُظْلَمُونَ﴾ ﴿٢٩﴾

ترکیب: ”وَاتَّقُوا“ کا فاعل اس میں ”اَنْتُمْ“ کی ضمیر ہے جبکہ ”يَوْمًا“ اس کا

مفعول ہے اور نکرہ مخصوصہ ہے۔ آگے اس کی خصوصیت ہے۔ ”تُوَفَّى“ باب تفعیل میں مضارع مجہول کا واحد مونث کا صیغہ ہے۔ ”كُلُّ نَفْسٍ“ اس کا نائب فاعل ہے اس لیے ”كُلُّ“ مرفوع ہے۔

ترجمہ:

وَاتَّقُوا : اور تم لوگ بچو
تُرْجَعُونَ : تم لوگ لوٹائے جاؤ گے
اِلٰی اللّٰهِ : اللہ کی طرف
كُلُّ نَفْسٍ : ہر ایک جان کو
كَسَبَتْ : اس نے کمایا
يَوْمًا : ایک ایسے دن سے
فِيهِ : جس میں
تُوَفَّى : پھر پورا پورا دیا جائے گا
مَّا : وہ جو
وَ : اس حال میں کہ

لَا يُظْلَمُونَ ظَلَمَ نَفْسٍ كَيْفَ جَاءَ
(یعنی حق تلفی نہیں ہوگی)

ہُمْ: ان پر

نوٹ (۱): سود کے حق میں دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جیسے سورۃ الانفال کی آیت ۶۰ میں دشمن کے خلاف قوت جمع کرنے کے لیے گھوڑے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن زمانے کی ترقی کے ساتھ اب ہم گھوڑوں کے بجائے ٹینک رکھتے ہیں لہذا اس سے مذکورہ آیت کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، اسی طرح سود سے متعلق مذکورہ بالا آیات میں بھی اُس زمانے کے سود کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا تھا لہذا اب زمانے کی ترقی کے ساتھ بینک کے تجارتی سود پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ تو جس طرح اُمت کے فوجی استحکام کے لیے ٹینک کا استعمال ضروری ہے اسی طرح اُمت کے معاشی استحکام کے لیے بینک کے تجارتی سود کا استعمال ضروری ہے۔

اس دلیل میں جو منطقی گہی ہے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ از خود عیاں ہے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ سورۃ الانفال کی مذکورہ آیت میں دشمن کے خلاف قوت جمع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب جس زمانے میں اس قوت کی جو بھی شکل ہوگی اسی شکل میں اسے جمع کرنے سے اس آیت کے حکم پر عمل ہوگا۔ جبکہ سود سے متعلق مذکورہ آیات میں ہمیں سود کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب جس زمانے میں سود کی جو بھی شکل ہوگی اس کی ہر شکل کو چھوڑ کر ہی ان آیات کے حکم پر عمل ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ اُس زمانے میں غرباء کو ان کی ضروریات کے لیے سود پر قرض دینے کا رواج تھا جس کی وجہ سے غریب لوگ قرضوں اور سودوں کے بوجھ تلے دبے چلے جاتے تھے جو کہ صریحاً ظلم تھا۔ ہمیں اُس سود کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے، جبکہ آج کل بینک کا تجارتی سود وہ سود نہیں ہے، کیونکہ ان قرضوں سے تاجر اور صنعت کار منافع کھاتے ہیں اور اس میں سے سود دیتے ہیں اس لیے مذکورہ حکم کا اطلاق تجارتی قرضوں پر نہیں ہوتا۔

یہ بات اُس وقت کے عرب معاشرے سے ناواقفیت کی وجہ سے کہی جاتی ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے اور تسلیم کرتی ہے کہ اُس وقت پورے عرب معاشرے میں قبائلی نظام رائج تھا اور ان کی معاش کا انحصار زراعت سے زیادہ تجارت پر تھا۔ قبائلی نظام کی ایک بہت اہم خصوصیت یہ ہے کہ کسی قبیلے کا کوئی فرد اگر کسی مشکل میں گرفتار ہو جاتا ہے تو پورا قبیلہ اسے مشکل سے نکالنے کے لیے اس کی مدد کرتا ہے۔ وہ اس کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لیے سود پر قرضہ دے کر اس کا نام AID (مدد) نہیں رکھتا۔ یہ تو سرمایہ دارانہ نظام کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اس لیے یہ

کہنا خلاف واقعہ ہے کہ اس زمانے میں غیر تجارتی قرضوں اور سود کا رواج تھا۔ اگر کبھی کوئی غریب کسی یہودی کے چنگل میں پھنس بھی جاتا تھا تو وہ استثناء شمار ہوگا، اسے رواج کہنا غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ تجارت پیشہ لوگ تھے اور اس زمانے میں بھی تجارتی قرضوں اور سود کا ہی رواج تھا جسے حرام قرار دیا گیا۔

تجارتی قرضوں پر بھی سود کی ممانعت کی جو بنیادی وجہ ہے اس کو سمجھ کر ذہن نشین کر لیں۔ ایک تاجر کسی سرمایہ دار سے سود پر تجارتی قرض لیتا ہے۔ اگر تجارت میں نفع ہوتا ہے تو سرمایہ دار کے حصے میں منافع کی کریم یعنی مکھن آتا ہے اور تاجر کے حصے میں مکھن نکلا ہوا منافع آتا ہے حالانکہ سرمایہ دار آرام سے گھر بیٹھا رہا اور تاجر نے دن رات ایک کیا۔ اگر تجارت میں نقصان ہوتا ہے تو سارا نقصان تاجر کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مزید یہ کہ ”مرے پر سو ڈرے“ کے مصداق سود بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس طریقہ کار میں ایک فریق کے مفادات کو مکمل تحفظ فراہم کیا جاتا ہے جو کہ سرمایہ دار ہے جبکہ دوسرے فریق یعنی تاجر کو کلیتہاً حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ صریحاً نا انصافی اور ظلم ہے اس لیے اللہ نے سود کو حرام کیا ہے۔

ایک تاجر کسی سرمایہ دار سے نفع و نقصان میں شراکت پر تجارتی قرض لیتا ہے۔ اب اگر تجارت میں نفع ہوتا ہے تو دونوں مل کر اسے کھاتے ہیں اور اگر نقصان ہوتا ہے تو دونوں مل کر اس کا بوجھ اٹھاتے ہیں اس طرح دونوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ یہ طریقہ کار انصاف اور عدل پر مبنی ہے اس لیے اللہ نے ”بیع“ کو حلال کیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ نفع و نقصان میں شراکت پر قرض دیا گیا تو تاجر غلط نقصان دکھائے گا اور بینک نقصان میں رہیں گے اس لیے اس مسئلہ کا قابل عمل حل یہی ہے کہ قرضہ مقررہ شرح یعنی سود پر دیا جائے۔ لیکن پاکستان میں جس طرح تھوک کے حساب سے قرضے معاف (write off) کیے گئے ہیں اور کیے جا رہے ہیں اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سود پر قرضہ دینا بھی اس مسئلہ کا حل نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ ہے۔

شرح سود مقرر ہونے کی وجہ سے بینک زیادہ چھان بین نہیں کرتا کہ جس تجارت یا صنعت کے لیے قرض لیا جا رہا ہے اس کے نفع بخش ہونے کے کیا امکانات ہیں۔ محض کاغذی کارروائی پوری کرنے کے لیے ایک feasibility report فائل میں لگالی جاتی ہے۔ اکثر بینک کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا دیا ہوا تجارتی قرضہ تاجر نے کہاں خرچ کیا ہے۔ یہ وہ

یہی سرمایہ اگر نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر دیا جائے تو منصوبوں کی چھان بین کرنے کے لیے بینک کو اپنا ایک نظام وضع کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ قرضوں کو خرچ کرنے کی نگرانی کرنا بھی بینک کے لیے ضروری ہو جائے گا۔ اس طرح نادہندگان کی تعداد بہت کم ہوگی اور جو بھی قرضے معاف کیے جائیں گے وہ جعلی نہیں ہوں گے۔

ایک یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اسلام سے پہلے عرب میں لفظ ”ربو“ ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور اس سے مراد وہ اضافہ تھا جو تجارتی قرضوں پر مقررہ شرح سے حاصل کیا جاتا، جبکہ تجارتی لین دین سے حاصل ہونے والے نفع کے لیے ”بیع“ کی اصطلاح مخصوص تھی۔ البتہ نفع و نقصان میں شراکت والے معاہدے بھی شامل تھے، جیسے نبی کریم ﷺ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت لے کر بیرون ملک جاتے تھے۔

اس حقیقت کا ایک واضح ثبوت عربوں کا یہ قول ہے جو قرآن کریم میں منقول ہے کہ: ﴿قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا﴾ (البقرة: ۲۷۵) ”یہ کہتے ہیں: بیع بھی تو ربا کی مانند ہے۔“ لیکن مشابہت کے باوجود وہ لوگ ان کے فرق سے بھی واقف تھے، جیسا تو ان کے لیے الگ الگ اصطلاح استعمال کرتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا، بلکہ صرف اپنا فیصلہ سنایا کہ: ”اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے۔“

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اس مسئلہ کو کس طرح سمجھا اور دیکھا ہے۔ ابن عربیؒ نے ”احکام القرآن“ میں فرمایا کہ: ”ربا کے معنی اصل لغت میں زیادتی کے ہیں اور آیت میں اس سے مراد وہ زیادتی ہے جس کے مقابلے میں کوئی مال نہ ہو (یعنی کوئی شے نہ ہو) بلکہ محض ادھار اور اس کی میعاد ہو۔“

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ: ”ربا کی دو قسمیں ہیں: ایک معاملات بیع و شراء کے اندر دوسرے ادھار کا ربا۔ اور جاہلیت عرب میں (ربا کے نام سے) دوسری قسم ہی رائج اور معروف تھی کہ وہ اپنا مال (یعنی پیسہ) کسی کو معین میعاد کے لیے دیتے تھے اور مخصوص مدت پر اس کا نفع لیتے تھے۔ اگر میعاد معین پر ادائیگی نہ کر سکا تو میعاد بڑھادی جاتی تھی بشرطیکہ وہ سود کی رقم بڑھا دے۔ یہی جاہلیت کا ربا تھا جس کو قرآن نے حرام کیا۔“ (منقول از معارف القرآن ج ۱ ص ۶۶۳)۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر پیسہ ادھار دے کر نفع لیا جائے تو یہ ربا ہے جس کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے، جبکہ اگر کوئی چیز بیع کر نفع لیا جائے تو یہ بیع و شراء ہے جسے قرآن

نے حلال قرار دیا ہے۔

سود کے متعلق آیات کے نزول کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بیع“ اور ”ربا“ میں تمیز کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ انہوں نے ربا کا کاروبار ترک کر دیا، جبکہ بیع کا کاروبار بدستور جاری رہا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو اس سے نہیں روکا۔

مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے کہ: ”البتہ نبی کریم ﷺ نے ربا کے مفہوم میں بیع و شراء کی چند صورتوں کو بھی داخل فرمایا جن کو عرب ربا نہ سمجھتے تھے۔ مثلاً چھ چیزوں کی بیع و شراء میں یہ حکم دیا کہ اگر ان کا تبادلہ کیا جائے تو برابر سرابر ہونا چاہیے اور نقد دست بدست ہونا چاہیے۔ اس میں کمی بیشی کی گئی یا ادھار کیا گیا تو یہ بھی ربا ہے۔ یہ چھ چیزیں سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور انگور ہیں۔“ (معارف القرآن، ج 1، ص ۶۶۵)

مفتی محمد شفیعؒ نے مزید لکھا ہے کہ: ”اس میں یہ بات قابل غور تھی کہ ان چھ چیزوں کی خصوصیت ہے یا ان کے علاوہ اور بھی چیزیں ان کے حکم میں ہیں؟ اور اگر ہیں تو ان کا ضابطہ کیا ہے؟ یہی اشکال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پیش آیا جس کی بنا پر فرمایا کہ آیت ربا قرآن کی آخری آیتوں میں ہے اس کی پوری تفصیلات بیان فرمانے سے پہلے رسول کریم ﷺ کی وفات ہوگئی اس لیے اب احتیاط لازم ہے ربا کو تو چھوڑنا ہی ہے جس صورت میں ربا کا شبہ بھی ہو اس کو بھی چھوڑ دینا چاہیے۔“ (معارف القرآن، ج 1، ص ۶۶۵)

جہاد فی سبیل اللہ

اصل حقیقت، اہمیت و لزوم اور مراحل و مدارج

بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کا ایک جامع خطاب

☆ صفحات: 72 ☆ اشاعت خاص: 40 روپے، اشاعت عام: 15 روپے